پاکستان اور بھارت میں اردو غزل کی ہیئت و ساخت میں تبدیلی کے تجربات

کلیدی الفاظ: غزل#ہیئت# آزاد غزل#ردِکفر #غزلیہ# کہسار#قافیہ# ردیف

فیصل امام

پی ایچ۔ڈی اردو اسکالر،

منہاج یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر فضیلت بانو

ایسوسی ایٹ پروفیسر منہاج یونیورسٹی لاہور

Abstract: Urdu Ghazal has superiority over all genres of Urdu poetry in terms of popularity and content. The form /structure/format of Urdu ghazal is so inflexible that till now its form/structure/formate could not be changed. After 1960, where there was an attempt to change the language of Urdu ghazal and to break its standards, there was also an attempt to change the composition & form of Urdu ghazal. Among the poets who experienced the form/structure/format of urdu Ghazal until 1980, Mazhar Imam has the priority, after Azad Ghazal”❝Mazhar Imam, the trend of started and until 1980, many other poets also made various experiments to change the format and structure of Urdu ghazal.

ہیئت سے مراد ساخت، شکل وصورت یا ظاہری وضع قطع وغیرہ ہے۔ ہیئت کے لیے انگریزی کا لفظ فارم (form) استعمال کِیا جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق (1) نے دی اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری میں فارم (form) کے اردو معنی یوں درج کیے ہیں:

Form: (فارم:)

" صورت، شکل، ترتیبِ اجزاء و اعضاء، ظاہری صورت، جسم کی شکل، تناسب اعضا، ہیکل، پیکر، شخص یا جانور جیسا کہ وہ بظاہر نظر آتا ہے۔ "

شعری اصناف میں ہیئت کے اعتبار سے کئی اقسام ہیں مثنوی، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع، معشر، ترکیب بند، ترجیع بند، معریٰ نظم، آزاد نظم، نثری نظم، مستزاد نظم، سانیٹ، دوہا، دوہا، ہائیکو، رباعی، مستزاد رباعی، غزل، مستزاد غزل، وغیرہ۔ اردو شاعری کی اصناف کی تقسیم جب ہیئتی اعتبار سے کی جاتی ہے تو غزل ایک خاص ہیئت کا نام ہے۔ ویسے غزل وہ صنفِ سخن ہے جسے موضوع اور ہیئت دونوں اعتبار سے الگ مانا جاتا ہے۔ غزل کی ہیئت کے لیے مطلع ، مقطع، قافیہ ، ردیف اور بحر کے مباحث زیرِغور آتے ہیں لیکن اگر ان ہیئتی حدود و قیود میں رہ کر کوئی موضوعی اعتبار سے حمد، نعت، منقبت، ترانہ وغیرہ کہے تو اسے غزل نہیں کہیں گے۔ اس لیے غزل مخصوص ہیئت اور مخصوص موضوعاتِ شاعری کا نام ہے۔ موضوعی اعتبار سے یہاں بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ہیئت کے حوالے سے بات کرنا مقصود ہے۔

ساٹھ کی دہائی میں اردو غزل کے حوالے سے جہاں جدیدیت اور لسانی تشکیلات کے رجحان دیکھنے کو ملتے ہیں وہیں اردو غزل میں ہیئتی تجربات کا رجحان بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اردو غزل اپنی ہیئت کے اعتبار سے غیر لچکدار رہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی ابھی تک قابلِ قبول نہ ہوسکی ہے۔ اردو غزل کی روایت میں ہیئتی تجربات کا جائزہ لیں تو کلاسیکل غزل میں غیر مردّف غزل اور مستزاد غزل کے تجربات ملتے ہیں۔ دراصل غیر مردّف اور مستزاد غزل ہیئت کے اعتبار سے غزل سے نہیں ٹکراتیں ۔غیر مردّف اور مستزاد غزل کوئی خاص ہیئتی تبدیلی بھی نہیں، صرف کہنے والوں نے اسے ہیئتی تجربات میں شامل کر رکھا ہے۔ ذیل میں غیر مردّف اور مستزاد غزل کا مختصر تعارف دیکھیں:

غیر مردف غزل: ایسی غزل جس میں ردیف نہ ہو یعنی صرف قافیہ کی بنیاد پہ کہی گئی غزل غیر مردف غزل کہلاتی ہے۔ مثلاً بیدم وارثی (2) کی غزل کے اشعار دیکھیں:ـــ

میں غش میں ہوں مجھے اتنا نہیں ہوش تصور ہے ترا یا تو ہم آغوش
قمیں ایسی یاد کے قربان جاؤں کیا جس نے دو عالم کو فراموش
کرو رندو گناہِ مے پرستی کہ ساقی ہے عطا پاش و خطا پوش
پیو تو خم کے خم پی جاو بیدمؔ ارے مے نوش ہو تم یا بلا نوش

غیر مردّف غزلوں میں ردیف پورے لفظ/ کلمہ کی صورت میں موجود نہیں ہوتا ، اسی لیے غیر مردّف کی اصطلاح وضع ہو گئی لیکن اگر غیر مردّف غزل کے قافیہ پر غور کیا جائے تو قافیہ کے آخری ایک ،دو حرف بطور ردیف ہی آئے ہوتے ہیں۔ جیسے مندرجہ بالا غزل میں قوّافی آغوش، ہوش، فراموش، پوش اور نوش وغیرہ آئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اِن قوّافی میں " ش " بطور ردیف ہی ہے۔ مگر پورا کوئی لفظ /کلمہ ردیف کے طور پر استعمال نہیں ہوا۔

مستزاد غزل: مستزاد کے متعلق شمیم احمد((3 لکھتے ہیں:

"لغوی اعتبار سے مستزاد کے معنی ہیں 'زیادہ کی گئی چیز'، شعری اصطلاح میں یہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جو غزل، رباعی اور نظم وغیرہ کے مصرعوں میں بڑھا دیے جاتے ہیں۔ کسی دوسری ہیئت پر مستزاد کا اضافہ اس طرح ہوتا ہے کہ مصرعے یا شعر کے آخر میں کچھ موزوں فقرے متصل کر دیے جاتے ہیں۔"

مستزاد کے لغوی معنی بڑھا ہوا، اضافہ کیا ہوا کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسی غزل جس کے ہر مصرع میں ایک یا ایک سے زائد ارکان کے ٹکڑے کا اضافہ کیا گیا ہو ، مستزاد غزل کہلاتی ہے۔ مستزاد کی دو اقسام ہیں ، مستزاد لازم اور مستزاد عارض۔

اگر مستزاد کا مضمون شعر کا جزو ہو تو مستزاد لازم اور اگر مستزاد کا مضمون شعر کا جزو نہ ہو تو مستزاد عارض ہے۔ داغ دہلوی ((4 کی ایک مستزاد غزل کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

اب ان سے حالِ دلِ مبتلا کہا، تو کہا "بچائے تجھ سے خدا"
کچھ اور اسکے سوا مدعا کہا، تو کہا "ہماری جانے بلا"
کہا جو ان سے کہ ہو سر سے پاوں تک بے عیب "تو بولے وہ لاریب"
وفا شعار و ستم آشنا کہا، تو کہا "ملے گی تجھ کو سزا"
غمِ فراق سنایا تو سن کے فرمایا "ہمیں نہ رحم آیا"
رقیب کا جو ذرا ماجرا کہا، تو کہا "یونہی سہی ، تجھے کیا"
نہ دل دہی ہے نہ عاشق کی جاں نوازی ہے "یہ بے نیازی ہے"

عذاب پرسشِ روزِ جزا کہا، تو کہا ''ہمیں نہیں پروا''

مندرجہ بالا غزل ہیئتی اعتبار سے مستزاد غزل کی مثال ہے۔ اس غزل کی بحر '' مفاعِلُن فَعِلاتُن مفاعِلُن فَعِلُن/فعلُن '' ہے جس میں مستزاد ٹکڑا '' مفاعِلُن فعلُن۔ ہے اور اس کی پابندی تمام مصرعوں میں کی گئی ہے۔ مستزاد اور غیر مردّف غزل کے بارے میں ارشد محمود ناشاد((5 لکھتے ہیں:

'' یہ دونوں تبدیلیاں غزل کی ہیئتِ اصلی سے کسی طور متصادم نہیں۔ مستزاد غزلیں بہت کم کہی گئیں اور ان کی حیثیت ایک تجربے سے زیادہ کچھ نہیں البتہ غیر مردّف غزل کا سانچہ ہر دور میں مروج رہا ہے۔۔۔ ردیف ہیئت کا لازمی ترکیبی عنصر نہیں ہے اس لیے ردیف کے ہونے یا نہ ہونے سے غزل کی ہیئت متاثر نہیں ہوتی۔ ''

اس طرح مستزاد اور غیر مردّف غزلوں کے تجربات کوئی ہیئتی تجربات نہیں کہے جا سکتے، ان کے مقابلے میں جو تجربات آزادی کے بعد اردو غزل کے دوسرے دور(1961ء—1980ء(میں سامنے آئے ان کا ذکر زیادہ اہم ہیں، ان تجربات کے ذریعے اردو غزل کی ہیئت میں توڑ پھوڑ کی بھرپور کوشش کی گئی۔ ساٹھ کے بعد کیے جانے والے ہیئتی تجربات سے اردو غزل کی غیر لچکدار ہیئت کو کوئی خاص نقصان نہ پہنچا لیکن یہ تجربات اردو غزل کی تاریخ میں ہیئتی تجربات کے حوالے سے زیرِ بحث آتے رہیں گے کیونکہ ان تجربات نے اردو غزل کی ہیئت کو ہلانے کی بھرپور کوشش کی اور ایک بار ادبی حلقوں میں غزل گو شعراء کو بھی حیران و پریشان کر کے رکھ دیا۔ آزاد غزل کی مقبولیت ہی کی وجہ سے بعض ناقدین نے بھی اسے زیرِ بحث لانے کی کوشش کی۔

اردو غزل کے ہیئتی تجربات میں سب سے زیادہ '' آزاد غزل '' کے نام پر توڑ پھوڑ کرنے کی کوشش کی گئی۔ آزاد غزل کی اب تک جو تعریفات کی گئی ہیں وہ سب کی سب کمزور اور بے دلیل ثابت ہوئی ہیں۔ اردو غزل کی غیر لچکدار ہیئت نے تمام تجربات کو مسترد کر دیا ہے اور کسی بھی ہیئت کو دوّام حاصل نہیں ہونے دیا ہے۔ پھر بھی '' آزاد غزل '' کے رجحان کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ آزاد غزل ہے کیا؟۔ آزاد غزل کی بنیاد آزاد نظم ہے۔ عنوان چشتی ((6 لکھتے ہیں:

'' آزاد غزل کا خیال آزاد نظم سے ماخوذ ہے۔۔۔ اردو میں آزاد نظم نے بحر کے روایتی اصول یعنی مساوی الارکان تصورِ وزن سے انحراف کیا مگر رکن کے آہنگ کو خیر باد نہیں کہا بلکہ محض ارکان کی تعداد کے تغیر و تبدل پر اکتفا کیا۔ اردو کی تمام آزاد نظمیں رکن پر تقطیع کی جا سکتی ہیں۔ آزاد غزل نے آزاد نظم کے اصول کو اپنایا۔ ''

''آزادغزل '' کا پہلا خالق بھارت کے شاعرمظہرامام کوماناجاتاہے۔مظہر امام نے پہلی آزادغزل1945ء میں کہی مگر وہ اسے کئی سال تک منظرِعام پر نہ لاسکے کیونکہ بعض اوقات کوئی بھی تجربہ کرنا بغاوت یاانحراف کی ایک شکل ہوتاہےاوراس کے ردِعمل کےخوف سے اس کااظہارمشکل ہوجاتاہےشایداسی خوف کی وجہ سےمظہرامام اپنی پہلی آزادغزل کوفوراًمنظرِعام پر نہ لاسکے۔ ان کی یہ پہلی آزادغزل ان کےشعری مجموعہ '' زخمِ تمنا '' میں شامل ہے جو 1962ء میں منظرِعام پرآیا۔کتاب میں شامل اس غزل پرعنوان '' آزادغزل '' درج ہےاورغزل کےاختتام پر نیچے کی جانب اس غزل کاسالِ تخلیق اوررسالے کانام(جس میں پہلی بار یہ غزل شائع ہوئی تھی (بھی درج ہے۔ غزل کے نیچےرسالہ '' رفتارِنو، دربھنگہ، فروری1945ء '' درج ہے جو غلطی سے لکھا گیاہےکیونکہ مظہرامام کے ایک مضمون میں پہلی آزادغزل کی روداد میں انھوں نے دربھنگہ کےرسالہ []رفتارِنو' کی اشاعت کاسال1962ءلکھا ہےجس میں پہلی بارآزادغزل شائع ہوئی اور بعد میں وہی غزل اسی سال ان کےشعری مجموعہ' زخمِ تمنا[]میں شائع ہوئی۔مظہرامام ((7 آزادغزل کےتجربہ کےمتعلق تفصیل سےاپنےمضمون میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''اگراپنےذکرکوبدمذاقی پرمحمول نہ کیاجائےتو یہ عرض کروں کہ اس تجربے کاپہلا گنہ گار میں ہی ہوں۔۔۔آزادغزل کاخیال آزادنظم سےمستعار ہے۔۔۔میں نےمحسوس کیاکہ اگر آزادنظم ہی کی طرح آزادغزل کہی جائےاورمصرعوں میں ارکان کی کمی بیشی روارکھی جائے توغیرضروری فقروں سےنجات پائی جاسکتی ہےاورخیال کووسعت بھی بخشی جاسکتی ہے۔ میں نےغزل کےدوسرےلوازمات اوراس کی صنفی خصوصیات پرحرف نہیں آنے دیا۔ چونکہ ارکان کی کمی بیشی سے ہی آزادنظم کی تشکیل ہوتی ہے، اس لیے مجھےاس کےمقابل '' آزادغزل '' ہی مناسب نام معلوم ہوا۔میں نے یہ تجربہ پہلی بارفروری1945ء میں کیاجب میری عمرسترہ سال تھی۔ ''

مظہرامام ((8 کی پانچ اشعار پرمشتمل پہلی '' آزادغزل '' دیکھیں:

آزادغزل

ڈوبنے والےکوتنکےکاسہارا آپ ہیں
عشق طوفاں ہے،سفینہ آپ ہیں

آرزوؤں کی اندھیری رات میں

میرے خوابوں کے افق پر جگمگایا جو ستارا آپ ہیں

کیوں نگاہوں نے کیا ہے آپ ہی کا انتخاب
کیا زمانے بھر میں یکتا آپ ہیں؟

میری منزل بے نشاں ہے لیکن اس کا کیا علاج
میری ہی منزل کی جانب جادہ پیما آپ ہیں

ہائے وہ ایفائے وعدہ کی تحیّر خیز یاں
اُن کی آہٹ پر ہی گھر کا کونہ کونہ چیخ اٹھا تھا کہ اچھا آپ ہیں

اس طرح " آزاد غزل " کے موجد مظہر امام قرار پاتے ہیں۔ بھارت میں " آزاد غزل " کا رجحان آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور آزادی کے بعد اردو غزل کے اس دوسرے دور میں بھارت میں کثرت سے آزاد غزل کہی گئی۔ پاکستان میں آزاد غزل کو وہ فروغ نہیں ملا جو بھارت میں ملا۔ آزادی کے بعد بھارت میں روایتی غزل کثرت سے کہی گئی ، آزاد غزل اسی کا ردِعمل بھی ہے کیونکہ فکری سطح پر تو ویسی جدت نہ آسکی مگر ہیئتی سطح پر بھارت میں غزل کے ساتھ خوب تجربات کی کوشش کی گئی۔ اس کے متعلق فارغ بخاری (9) لکھتے ہیں:

"۔۔۔بھارت میں پابند غزلیں جدید مفاہیم سے اس قدر آشنا نہیں ہوئیں، جتنی پاکستان میں۔ اور اسی لیے روایتی غزلیں کہتے کہتے جب گھٹن کا احساس ہوا تو آزاد غزل نے جنم لیا۔ "

آزاد غزل میں شعر کے مصرعوں کو بڑا چھوٹا اُن کے ارکان میں کمی بیشی کی صورت میں کیا گیا۔ آزاد غزل کے باقی تمام خدوخال پابند غزل جیسے رہے، یعنی بحر، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع کی پابندی کو نہیں بدلا گیا۔ آزاد غزل کے اصول مظہر امام نے بھی یہی وضع اور مقرر کیے۔ 1968ء میں بھارت کے شاعر کرشن موہن کا شعری مجموعہ " غزال " منظرِ عام پر آیا جس میں غزل کی ہیئت سے چھیڑ چھاڑ کی گئی۔ اس مجموعے میں تمام کی تمام غزلیات روایتی ہیئت میں ہیں مگر آخر میں چھ غزلیں ایسی ہیں جن میں اردو غزل کو فنّی طور پر مجروح کرتے ہوئے تجربات کیے گئے ہیں۔ چھ میں سے تین غزلیں ایسی ہیں

جن میں بحر اور مصرعے برابر ہیں مگر قافیہ ،ردیف کو ضرورتاً برتنے کا تجربہ کیا گیا ہے۔ ذوالقافیتین کی طرز پر کہی گئی ان غزلوں کو انھوں نے " صنعتِ قافیہ وردیف " کا نام دیا ہے۔اس تجربہ کے متعلق کرشن موہن ((10 لکھتے ہیں:

"ذوالقافیتین اور صنعتِ قافیہ وردیف میں لطیف سا فرق ہے۔ ذوالقافیتین کا التزام ہر شعر میں ہوتا ہے اور ہونا چاہیے لہٰذا یہ ایک بندھن ٹھہرا لیکن قافیہ در ردیف کا استعمال ہر شعر میں مقصود نہیں یہاں ردیف میں قافیہ معنی کا تابع ہو کر آئے گا۔۔۔قافیہ وردیف کا استعمال دراصل معنوی سہولت ہے اور ہیئتی آزادی مگر ذوالقافیتین ایک لفظی پابندی ہے۔ "

کرشن موہن نے اپنی تین غزلوں میں غزل کے باقی خدوخال کو بدلنے کی کوشش نہیں کی، ان غزلوں میں مصرعے برابر اور ایک ہی بحر میں ہیں، قافیہ ، مطلع اور مقطع کا بھی انتظام ہوا ہے مگر ردیف کے معاملے میں غزلیں ہیئتی تبدیلی کے تجربہ کا شکار نظر آتی ہیں۔۔اس نئے تجربہ کی حامل کرشن موہن ((11 کی ایک غزل کے اشعار ملاحظہ فرمائیں، جس میں ردیف کہیں بدلتی ہوئی اور کہیں بار بار وہی نظر آئے گی یعنی ردیف کا استعمال قافیہ کی ضرورت کے مطابق نظر آئے گا:

زرا گلنے کو ہیں بے تاب سمندر کتنے کوئی غوّاص نہیں ورنہ ہیں گوہر کتنے
بڑھتی جاتی ہے ترے جسم کی لذت پیہم آج کیوں وصل کے لمحے ہیں ستمگر اتنے
جانے کب میری ہوس کا یہ قفس ٹوٹے گا بندھن احساس کے ہیں پیار کے اندر کتنے
اپنے ہونٹوں سے انھیں خود ہی فرو کرتا ہے اپنی آنکھوں سے جگاتا ہے جو خود سر فتنے
ہوس و عشق ، تصوف، غمِ دنیاداری کرشن موہنؔ کے بھی ہیں رنگ اجاگر کتنے

تین غزلیں اسی طرز پر ہیں۔ان کے بعد اگلی تین غزلیں الگ الگ تجربہ کی حامل ہیں۔ پہلی غزل کے ہر شعر کے مصرعِ اولیٰ میں ایک رکن بروزنِ فاعلاتُن کم کیا گیا ہے، مثلاً کرشن موہن ((12 کی غزل کا مطلع ، مقطع ملاحظہ فرمائیں:۔

وصلِ رنگیں کا مزہ اتنا نہ لوٹ آگہی و ہوش کا رستا ہی جس سے جائے چھوٹ
کب تلک اس کو سنبھالیں ،کیا کریں کرشن موہنؔ من تو کومل کانچ ہے جائے گا ٹوٹ

دوسری غزل کا ہیئت کے اعتبار سے جائزہ لیں تو اُس کے مصرعِ ثانی میں ایک رکن بروزنِ فاعلاتُن کم کر دیا گیا ہے۔ مثلاً موہن ((13 کے یہ دو شعر دیکھیں:۔

نیستی کے وہم نے مدّت سے کر رکھا ہے تنگ راس آتا ہی نہیں ہستی کا رنگ
ایک عرصے سے ہُوا ہوں بے نیازِ نام و ننگ اب مرے دل میں نہیں کوئی اُمنگ

تیسری غزل کے مصرعِ اولیٰ میں دو ارکان بروزنِ فعلُن کم ہیں اور اس کی پابندی تمام اشعار میں نظر آتی ہے۔ کرشن موہن ((14 کی اس غزل کے دو شعر دیکھیں:۔

کیا عالم ہے اب ہوش نہیں سنتوش نہیں بے چین بھی ہوں، مدہوش بھی ہوں، نشّہ بھی پردہ پوش نہیں

افسر ہونا کیا فن کی عظمت کھونا ہے میں شاعر ہوں اور افسر بھی ، اس میں کچھ میرا دوش نہیں

1979ء میں بھارت کے شاعر علیم صبا نویدی نے آزاد غزلوں کا مجموعہ " ردِکفر " شائع کروادیا جس میں تمام کی تمام آزاد غزلیں ہیں۔ ہیئتی تجربات کی حامل غزلیات کا یہ مجموعہ اردو غزل کی تاریخ میں پہلا شعری مجموعہ ہے جو غزل میں ہیئتی تجربات سے مملو ہے۔ آزاد غزل کی کامیابی اور ناکامی کی بحث سے ہٹ کر آزاد غزل کی تاریخ میں مندرجہ بالا معلومات کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ " ردِکفر۔ مجموعہ کے آغاز ہی میں علیم صبا نویدی نے اس مجموعہ کو " اردو ادب میں آزاد غزلوں کا پہلا اور نمائندہ مجموعہ۔ کہا ہے۔ اس مجموعہ میں کل باسٹھ غزلیں ہیں، 16 غزلیں چھ چھ اشعار پر مشتمل ہیں، 2 غزلیں چار چار اشعار پر مشتمل ہیں اور باقی تمام غزلیں پانچ پانچ اشعار پر مشتمل ہیں۔ غزلوں میں قافیہ ردیف، بحر، مطلع اور مقطع وغیرہ کو روا رکھا گیا ہے جبکہ ارکانِ بحر کے حوالے سے مصرعوں میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ کچھ غزلوں میں مصرعِ اولیٰ کے ارکان کم ہیں اور کچھ غزلوں میں مصرعِ ثانی کے ارکان کم ہیں ۔ جن اشعار کا مصرعِ اول مکمل ہے اُن کے مصرعہ ثانی اور جن اشعار کا مصرعہ ثانی مکمل ہے اُن کے مصرعہ اول کے ارکان کم کیے گئے ہیں۔ بعض غزلوں کے مصرعوں کے ارکان اصل بحر سے آدھے آدھے کم ہو گئے ہیں۔ ذیل میں علیم صبا نویدی ((15 کی آزاد غزل کا نمونہ دیکھیں:۔

شکوہ کیا تقدیر کا جب نہیں پیراہنِ کاغذ مری تصویر کا

ٹوٹتا جاتا ہوں مَیں زخم خوردہ، راہِ غم میں ہے قدم تدبیر کا

جوڑ دیتا ہے کوئی حلقہ حلقہ ٹوٹ جاتا ہے جہاں زنجیر کا

ہر طرف خوابوں کا شہر سلسلہ ملتا ہے کس سے خواب کی تعبیر کا

شور باہر کچھ نہیں ہے یہ ہنگامہ صبا کی شوخیِ تحریر کا

علیم صبا نویدی کی کچھ غزلیں ایسی ہیں جن کے اشعار میں مصرعِ اولیٰ یا مصرع ثانی کے ارکان کم کرنے کی اس پابندی کو روا رکھا گیا کہ اگر پہلے شعر کا مصرعِ اول کے ارکان کم ہیں تو دیگر اشعار کے بھی مصرعِ اول ہی کے ارکان کو کم کیا گیا ہے اور اگر مصرع ثانی

کے ارکان کم کیے گئے ہیں تو غزل کے تمام اشعار کا مصرع ثانی ہی متاثر نظر آتے ہیں۔ زیادہ تر غزلیں اس پابندی سے مبرا ہیں اور شاعر نے اپنی مرضی سے غزل کے اشعار کے مصرعِ اول یا ثانی کے ارکان کو کم ،زیادہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر علیم صبا نویدی (16) کی یہ غزل دیکھیے:

چپکے ہوئے چہروں کو جسموں سے جدا کر دو
یہ کام ذرا کر دو
سرسبز امنگوں کا
ہر پیڑ سلگتا ہے، ہونٹوں سے ہرا کر دو
سورج کی شعاعوں سے پوجا کے یہ برفیلے کہسار نہ پگھلیں گے
پتھر کو کھڑا کر دو
بھٹکے ہوئے راہی ہو
پہنچو گے نہ منزل تک، رستے کو جدا کر دو
آزاد غزل میں ہے گہرائی بھی وسعت بھی
کچھ کام صبا کر دو

آزاد غزل کہنے کا رجحان پاکستان کی نسبت بھارت میں زیادہ تیز رہا۔ بھارت میں 1980ء تک بہت سے شعراء آزاد غزل کا تجربہ کرنے لگے تھے۔ 1980ء تک آزاد غزلوں کا ایک مجموعہ " ردِ کفر " کے نام سے چھپا، رسالہ شب خون، کتاب، معمار وغیرہ میں اِکا دُکا آزاد غزلیں شائع ہوئیں، رسالہ " کوہسار " جاری ہوا تو اس میں آزاد غزلیں باقاعدگی سے شائع ہونے لگیں اور آزاد غزلوں کی اشاعت کے حوالہ سے " کوہسار " آزاد غزلوں کا اہم رسالہ قرار پایا۔ کوہسار میں شائع ہونے والی چند آزاد غزلوں میں سے نمونے کے طور پر زرینہ ثانی (17) کی آزاد غزل کے اشعار دیکھیں:

؎ چشم خیرہ ہو ایسی چمک چاہیے
عزم تکمیل پائے گا طوفان کی سی لپک چاہیے
سیدھے سادے اصولوں پہ جینے نہ دیں
یہ سیاست کی دنیا ہے اس میں لچک چاہیے
ایسے ملبوسِ سادہ کی بزمِ طرب میں اجازت نہیں

ٹھہریے ٹھہریے ! کچھ بھڑک کچھ چمک چاہیے
خوبصورت ہے گل مہر ، خوشبو سے محروم ہے
آج کے دور میں کاغذی پھول میں بھی مہک چاہیے
محفلِ رقص رنگیں نہیں ہے مصافِ جہاں
چوڑیوں کی کھنک آپ رکھیے اِدھر تیغ و خنجر کی ثانی جھنک چاہیے

آزاد غزل کے موجد تو مظہر امام ہیں مگر ان کے بعد آنے والوں کے ناموں کے متعلق رسالہ '' کوہسار '' میں یوسف جمال((18 لکھتے ہیں:

''اردو میں آزاد غزل کی روایت مظہر امام سے شروع ہوئی۔۔۔باقاعدہ طور پر 62ء میں پہلی بار '' رفتارِنو '' دربھنگہ) کے خاص نمبر میں شائع ہوئی تھی۔۔۔مظہر امام کے بعد کرامت علی کرامت کی ایک غزل '' کتاب(رسالہ "(لکھنو میں شائع ہوئی۔کرامت علی کرامت کے بعد میں نے آزاد غزل کہی۔میری غزلیں شب خون، شاعر، کتاب ، سب رنگ، مورچہ، معمار، روشنی ، جواز، کوہسار اور اوراق(لاہور (کے علاوہ اور دیگر مختلف رسائل میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔۔۔میرے بعد ڈاکٹر زرینہ ثانی ، بدیع الزماں خاور، علی منیر، سلیم شہزاد، عین تابش، پرویز رحمانی، مسعود شمس، نشاط انصاری، خالد رحیم، علیم صبانویدی اور فرحت قادری وغیرہ نے آزاد غزلیں کہی ہیں۔ ''

1980 ء تک بھارت میں ہیئتی تجربات کے حوالے سے آزاد اردو غزل کے رجحان کے آغاز کا پتہ ملتا ہے۔پاکستان میں اردو غزل میں ہیئتی تجربات کے رجحان کی بات کریں تو ظفر اقبال کے مجموعہ کلام '' رطب و یابس '' کی طرف رُخ کرنا پڑتا ہے۔ یہ مجموعہء کلام پہلی بار 1970ء میں شائع ہوا۔ ویسے تو یہ مجموعہء کلام اینٹی غزل/ہجویہ غزل/ہزل وغیرہ سے بھرا پڑا ہے مگر اسی مجموعہ میں ظفر اقبال کی آزاد غزل بھی موجود ہے۔ آزاد غزل کی بھی آخر کوئی ہیئت تو مقرر ہونا چاہیے تھی مگر ہر شاعر نے اپنی مرضی کی ہیئت ایجاد کرنے کی کوشش کی ہے۔مظہر امام ایک مصرع میں پوری بحر اور ایک مصرع میں ارکان کی کمی بیشی کو روا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، باقی تمام لوازمات مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف وغیرہ کی پابندی کرتے ہیں مگر ظفر اقبال کی آزاد غزل میں مطلع، مقطع ، قافیہ تو ہیں مگر مصرعوں کے ارکان کے معالے میں انھوں نے ارکان کم زیادہ اپنی مرضی سے کیے ہیں۔ظفر اقبال ((19 کی آزاد غزل ملاحظہ فرمائیں:

آزاد غزل ؎

اس مکاں کو اس مکیں سے ہے شرف

یعنی اک افواہ سی اڑنے لگی ہے ہر طرف
یہ ہوا پرزے اڑا دے گی ہمارے
کاش کر لیتے وہ اپنے ساتھ لف
چور ہوں اور چور کا ہو کیا علاج
ماسوائے ہینڈ کف
کف بہ کف
صف بہ صف
وصل کا وعدہ وہ کتنی خوش دلی سے کر رہا تھا
ہم کو بھی معلوم تھا، کرتا ہے بلف
معترض کے منہ سے ہے کتا بندھا
اس لیے سننا پڑے گا عف عف
ہاں، اگر رکھتے چلیں فن کے لوازم کا خیال
کام تو خاصا ہے ٹف
خوب ہے دیوان لیکن
خوب تر ہوتا اگر کچھ حصہ کر دیتے حذف
نظرِ ثانی بھی کریں گے اس غزل پر، اے ظفرؔ
فی الحال تو لکھی ہے رف

پاکستان میں اردو غزل کی ہیئت میں تجربات کے حوالے سے فارغ بخاری کا نام بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ تجربات کس حد تک کامیاب ہوئے ۔فارغ بخاری اردو غزل کی ہیئت میں تجربات کرنے والے پہلے پاکستانی صاحبِ کتاب شاعر ہیں۔ ان کی کتاب 1979ء میں " غزلیہ " کے نام سے منظرِ عام پر آئی اور انھوں نے اس مجموعہ میں غزل کی روایتی ہیئت سے انحراف کرتے ہوئے تجربات کیے۔ روایتی اردو غزل کی کثرت اور فرضی جدّت پر طنز کرتے ہوئے اردو غزل کی ہیئت اور تجربات کے حوالے سے فارغ بخاری ((20 خود لکھتے ہیں کہ

"فارسی غزل اور اردو غزل اتنی کثیر تعداد میں کہی گئی ہے کہ اس کے منتخب ارفع و اعلیٰ سرمایہ کا وزن بھی منوں ٹنوں کے آخری ہندسوں سے تجاوز کر چکا ہے اور دس صدیوں تک جتنی غزل ہو چکی ہے اگر آئندہ دس صدیوں تک نہ کہی جائے تو کوئی کمی محسوس نہ ہوگی۔ اس کے تمام امکانی مراحل طے ہو چکے ہیں اور سوائے اس کے کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ

چبائے ہوئے لقموں کی جگالی کی جائے، لفظوں کی شعبدہ بازی دکھائی جائے اور زبان و محاورے کی بازی گری سے داد و تحسین کے ڈونگرے وصول کیے جائیں یا اسلوب لہجے اور اظہار کے کاریگرانہ پیرایوں سے پٹے ہوئے موضوعات کو دُہرا دُہرا کر فرضی جدّت اور ندرت کے ڈھول بجائے جائیں۔

ان حالات میں ضروری تھا کہ غزل کے ہیئتی ڈھانچے میں کچھ ایسی تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں جو اس کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے احیا کی ضامن ہوں اور مستقبل میں اس کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بن سکیں۔ "

یعنی اردو غزل کی کثرت سے فارغ بخاری تنگ نظر آتے ہیں اور اردو غزل کی ہیئت میں تبدیلیوں سے کسی نئی منزل کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر نصف صدی کے لگ بھگ عرصہ گزرنے کے باوجود اردو غزل نے کسی بھی ہیئتی تجربے کو قبول نہیں کیا۔ فارغ بخاری کی یہ کتاب پاکستان میں پہلی کتاب ہے جس میں تمام غزلیں ہیئتی تجربات کی حامل ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ وہ ایک عرصے سے تنگنائے غزل کی اس گھٹن اور یتیمانہ بے بسی کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے۔ اس کتاب میں انھوں نے جو تجربات کیے ، وہ یہ ہیں :

1۔ایک ہی بحر اور وزن کے مختلف قافیہ ردیف کے مصرعوں کی غزل

"غزلیہ" کے پہلے حصے میں 19 غزلیں ہیں۔ جو غزلیں شامل کی گئی ہیں ان کی ہیئت یہ کہ غزل میں مختلف ہم وزن مصرعے جمع کر دیے گئے ہیں۔ روایتی غزل میں شعر بنیادی اکائی تصور کیا جاتا ہے مگر فارغ بخاری کی ان غزلوں میں مصرعہ بنیادی اکائی ہے۔ اسی لیے اس حصہ میں شامل بعض غزلیات کے مصرعوں کی تعداد طاق بھی ہے۔ قافیہ، ردیف اور مطلع کا تصور ہی نہیں۔ ایسے میں یہ غزلیں صرف بحر کی پابند نظر آتی ہیں۔ کچھ غزلوں کے آخری مصرع میں تخلص بھی استعمال ہوا ہے ، ایک غزل کے درمیانی مصرع میں تخلص استعمال کر لیا ہے۔ غزل کی ہیئت کو اس شدت سے توڑنے کے بعد بھی ایسی خود ساختہ غزل کا نام دیا جانا عجیب ہی ہے کیونکہ یہ غزلیں ہیئتی اعتبار سے کہیں سے بھی غزل کہلانے کے لائق نہیں ہیں۔ فارغ بخاری ((21 کی سات مصرعوں کی ایک غزل بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:۔

زندگی کے سارے دکھ ہم سمیٹ لائے ہیں
تیری یاد سے کتنی یادیں جاگ اٹھتی ہیں
کتنی ان کہی باتیں پلکوں کی زباں پر ہیں

سارے اہلِ فن فارغؔ اپنے فن میں زندہ ہیں
راس کس کو آتی ہے دوستی سمندر میں
جبر کی عبادت سے اپنی نیند بہتر ہے
ایک ایک لمحے میں زندگی گزاری ہے

2۔مختلف بحور کے بڑے چھوٹے مصرعوں کی غزل

''غزلیہ۔مجموعے کے دوسرے حصے میں 21 غزلیں شامل ہیں۔ یہ غزلیں بھی مطلع، قافیہ، ردیف سے عاری ہیں، ان غزلوں میں بحر کی پابندی بھی نہیں کی گئی ، غزلوں میں شامل مصرعے مختلف الاوزان ہیں ،جس سے بے ربطی عیاں ہے۔ان غزلوں میں بھی شعر کے بجائے مصرعہ بنیادی اکائی ہے اسی لیے اس حصہ کی بعض غزلوں کے مصرعوں کی تعداد بھی طاق ہے۔فارغ بخاری ((22 کے نمونے کے پر اشعار :

کسی کے البم میں اپنی تصویر ڈھونڈتا ہوں
کس کس کو اب ہم اس کی پہچان کرائیں
اب آگہی کے بھنور میں مرا سفینہ ہے
کس نے ہوا کے ہاتھ میں خوشبو کا ہاتھ دے دیا
ہر آئینہ چہروں کا گداگر ہے ازل سے

3۔ڈیڑھ مصرعوں کی مربوط غزل

فارغ بخاری کے شعری مجموعہ ''غزلیہ '' کے اس حصے میں 9 غزلیں ہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے یہ غزلیں بھی قافیہ، ردیف اور مطلع وغیرہ کی تکنیکی پابندی سے آزاد ہیں۔خیال کی پیشکش کے لیے بخاری ((23 ڈیڑھ مصرع کا سہارا لیتے ہیں، مثلاً

خموشیوں کے لبوں پر بھی کچھ صدائیں ہیں
کوئی سنے تو سہی
وہ خوشبوئیں جو اُگی ہیں اداس رستوں میں
بسا لو دل میں انھیں
نہال دل پہ ہر اِک زخم یوں مہکتا ہے
کہ جیسے تازہ گلاب
ہوائیں مردہ دلوں کو پیام دیتی ہیں
کہ صبحِ نو آئی

4۔مختلف بحور کے مختلف قافیہ ردیف کے اشعار کی غزل

اس حصہ میں 15 غزلیں ہیں۔ تکنیکی وہیئتی اعتبار سے جائزہ لیں تو یہ دراصل یہ تمام اشعار فردیات ہیں کیونکہ ایک ہی غزل میں مختلف بحور کے اشعار شامل کر دیے گئے اور پھر ان اشعار کے قافیہ وردیف بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس طرح یہ ابیات، متفرقات یا فردیات کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ فارغ بخاری ((24ایک غزل کے اشعار دیکھیں:

زندگی ایک خستہ سی دیوار ہے بوجھ لنٹر کی چھت کا اٹھائے ہوئے

انھیں بھی دعوی ءہوش وخرد ہے ابھی تک جو انگوٹھا چوستے ہیں

لمحوں کی گرہ جب کھلتی ہے ہر خواب سہانا ہوتا ہے

ہم جو تعزیر کے خدشے سے رہے مہر بہ لب کون بدلے گا رہ ورسم گلستاں یارو

5۔ایک ہی بحر کے مختلف قافیہ ردیف کے اشعار کی غزل

فارغ بخاری کے شعری مجموعہ '' غزلیہ '' کے آخری حصہ میں 25 غزلیں شامل ہیں۔ ان غزلوں میں شامل اشعار بھی فردیات کی ذیل میں آتے ہیں۔ یہ بھی چوتھے حصہ کی غزلوں کی طرح ہیں صرف یہ فرق ہے کہ اُن غزلوں کے اشعار مختلف البحر ہیں جبکہ اس حصہ کی تمام غزلوں میں بحر کی پابندی کی گئی ہے مگر قافیہ ردیف کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے اس حصہ کی غزلوں کے اشعار بھی متفرق اشعار کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔مثلاً فارغ بخاری ((25 کی ایک غزل کے اشعار دیکھیں:۔

میں اپنے جسم کے سارے نشے اُسے دے دوں
کبھی وہ پیار سے آ کر مطالبہ تو کرے

کہ جس کا پھول بدن کانچ سے بھی نازک ہے
وہ گوری سر پہ گھڑوں کی قطار لے کے چلی

وہ ایسی چور انگیٹھی ہے جس کے پنڈے سے
تپش تو آتی ہے شعلے نظر نہیں آتے

کھلی ہواوں سے ہمرشتہ رہ کے زندہ ہوں
میں خانقاہ کے کسی طاق کا چراغ نہیں

نہ آشیاں نہ فضا میں اماں ہے پنچھی کو
یہاں پہ سانپ وہاں پر عقاب کا ڈر ہے

فارغ بخاری نے اپنے شعری مجموعہ '' غزلیہ '' میں غزل کی ہیئت وساخت کو بالکل

مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔انھوں نے غزل کے تمام لوازمات قافیہ،ردیف،مطلع،مقطع، بحر وغیرہ کو اس لیے مسترد کیا تھا کہ ان کی پابندی کی وجہ سے غزل میں دیگر خامیاں مثلاً غرابت،حشو وزوائد اور تعقید وغیرہ در آتی ہیں ۔لیکن جب خود فارغ بخاری ان ہیئتی پابندیوں کو توڑ تاڑ کر غزل کہتے ہیں تو خود بھی ان خامیوں سے نہیں بچ سکتے ، اس ضمن میں ارشد محمود ناشاد (26) لکھتے ہیں:

''غزلیہ کے تمام ہیئتی تجربے غزل کی مروجہ ہیئت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اس لیے ان کو کسی صورت میں بھی غزل کا نام دینا مناسب نہیں۔غزل کی شناخت کا دارو مدار جن عناصر پر ہے غزلیہ میں ان عناصر سے مکمل طور پر انحراف کیا گیا ہے۔فارغ بخاری نے غزل کی مروجہ ہیئت کی جن کم زوریوں کو جواز بنا کر یہ تجربے کیے ہیں وہ کم زوریاں خود ان تجربات میں جا بہ جا موجود ہیں۔اتنی آزادیوں کے باوجود غزلیہ میں کئی مصرعے تعقید اور غرابت کا شکار ہوئے ہیں۔حشو وزوائد کی بھرمار جو فارغ بخاری کے نزدیک غزل کی مروجہ ہیئت کی پابندی کا نتیجہ ہے وہ غزلیہ کے من پسند ہیئتی ڈھانچوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ ''

فارغ بخاری کے ان تجربات کو غزل واقعی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ تجربات غزل کی ہیئت سے مکمل طور پر متصادم ہیں ، مظہر امام نے آزاد غزل کی جو بنیاد رکھی تھی اور جو اصول وضع کیے تھے وہ پھر بھی کسی حد تک غزل کی ذیل میں آتے تھے کیونکہ ان میں قافیہ، ردیف،مطلع،مقطع وغیرہ قائم تھے صرف مصرعوں کے ارکان کو کم یا زیادہ کیا گیا تھا لیکن فارغ بخاری کے تجربات میں تو کسی بھی پابندی کا لحاظ نہیں رکھا گیا ایسے میں غزل کے ہیئتی تجربات کو غزل کہنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے۔

پاکستان اور بھارت میں 1980ء تک اردو غزل کی ہیئت میں ایسے ہی ملے جلے تجربات ملتے ہیں۔ان تجربات کے حوالے سے 1980ء تک باقاعدہ شعری مجموعے صرف دو (2) ہیں ایک بھارت سے '' ردِکفر (اشاعت:1979ء "(علیم صبا نویدی کا اور دوسرا پاکستان سے ''غزلیہ (اشاعت:1979ء (" فارغ بخاری کا۔ان کے علاوہ بعض شعراء نے اپنے شعری مجموعہ جات میں اِکا دُکا ہیئتی تجربات کی حامل غزلیں شامل کی ہیں۔اس دور میں بعض ادبی رسائل و جرائد میں بھی ہیئتی تجربات کی غزلیں شائع ہونے لگی تھیں مگر انھیں قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا تھا ، اس لیے اکثر مدیران آزاد غزل کی اشاعت سے گریز کرتے تھے۔ آزادی کے بعد اردو غزل کے اس دوسرے دور (1961ء تا 1980ء) کو اردو غزل میں ہیئتی تجربات کا آغاز ہوا ، جسے ہمیشہ

یادرکھاجائے گا۔

حوالہ جات

1۔ عبدالحق، مولوی (1994ء، بارھواں ایڈیشن "(دی اسٹینڈرڈ اردو انگلش ڈکشنری"، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند(، ص435

2۔ وارثی، بیدم2012) ء " (کلیاتِ بیدم وارثی"، لاہور: عبداللہ اکیڈمی،ص134،135

3۔ شمیم احمد(1981ء" (اصنافِ سخن اورشعری ہیئتیں"،بھوپال: انڈیا بُک میوزیم،ص110

دہلوی، داغ (2017ء " (کلیاتِ داغ"، لاہور:عبداللہ اکیڈمی، ص389

4۔ ناشاد،ارشدمحمود (2008ء" (اردوغزل کاتکنیکی ، ہیئتی اورعروضی سفر "، لاہور: انجمن ترقیِ ادب،ص 13

5۔ چشتی،عنوان چشتی(1977ء" (اردوشاعری میں جدیدیت کی روایت"، نئی دہلی: اردوسماج جامعہ نگر،ص196،197

6۔ رئیس،قمر ، مرتب (1994ء" (معاصراردوغزل"، دہلی: اردو اکادمی،ص48، 51

7۔ امام ، مظہر (1962ء" (زخمِ تمنا"، الہ آباد: اسرارکریمی پریس، ص 162

8۔ بخاری،ایس سجاد2006) ء" (آزادغزل کاتحقیقی اورتنقیدی جائزہ"، نئی دہلی: نرالی دنیاپبلیکیشنز،ص65

9۔ موہن،کرشن (1968ء" (غزال"، دہلی: جَیّد پریس،ص155

10۔ ایضاً

11۔ ایضاً،ص 158

12۔ ایضاً

13۔ ایضاً،ص 159

14۔ نویدی،علیم صبا (1979ء " (ردِکفر"، مدراس: ساؤتھ انڈیااردو اکیڈمی،ص10

15۔ ایضاً،ص 68

16۔ ہرگانوی،مناظرعاشق ،مدیر) جنوری1979ء(دوماہی " کوہسار"، جلدنمبر1، شمارہ نمبر1، بہار: پگمل ہزاری باغ،ص 46

17۔ یوسف جمال(1980ء" (مباحثہ آزادغزل" مشمولہ: دو ماہی کوہسارمارچ، اپریل،شمارہ نمبر5—6، مدیر ، ہرگانوی،مناظرعاشق، بہار: پگمل ہزاری باغ،ص25،26

18۔ اقبال،ظفر (1970ء " (رطب و یابس"، الہ باد: شب خون گھر، ص 60

19۔ فارغ، بخاری (1983ءباردوم" (غزلیہ"، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس،ص11

20۔ ایضاً، ص 30

21۔ ایضاً،ص54

22۔ ایضاً،ص 66

23۔ ایضاً،80

24۔ ایضاً، 108

25۔ ناشاد،ارشدمحمود (2008ء" (اردوغزل کاتکنیکی ، ہیئتی اورعروضی سفر"، لاہور: انجمن ترقیِ ادب،ص319

☆☆☆